محمد اسماعیل جوئیہ

پی۔ایچ۔ڈی سکالر

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ رفیق

چیئر پرسن شعبہ اُردو

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اردو ادب کا رنگ رنگیلا سفر نامہ نگار: محمد اختر ممونکا

Muhammad Akhtar Mammonka is a very prominent and good writer in the field of Urdu Safar Nama Nigar". He born in Bahawalnagar on the 14 June 1944. He started his practical life through Govt. job. After this he devoted to himself for Urdu safarnama nigar. Same of his famous safarnama's as Urdu "Peris 205 Kilometer" and safar 3 darweshon ka. The reflection of history sweetness, respect, lesson seems in his writing.Muhammad Ismail Joyia want to describe in this article that Muhammad Akhtar Mammonka is a different and the most popular in his beautiful style. He explains the manazir, history of the culture in simple but meaning full word

اردو میں ۱۹۴۰ء سے لیکر ۱۹۸۰ء تک کے دور کو سفر نامے کے حوالے سے ''دورِ زرّیں'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس دور میں کئی ادیبوں نے سفر نامے کی راہ اختیار کی اور علم و ادب کے حوالے سے بڑے دلچسپ اور کامیاب سفر نامے لکھے۔اسی زمانے میں سفر نامے کو افسانے کی طرح بہت پزیرائی ملی ،شگفتہ اور شستہ زبان میں لکھے جانے والے سفر نامے چارسو پڑھے جانے لگے ، یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ سفر ناموں میں اسلوب اور طریق اظہار کی بہت اہمیت ہے اس لیے سفر نامہ نگاروں نے اپنی تحریروں میں دلکشی اور رنگینی پیدا کرنے کے لیے زبان و بیان کی چاشنی کو برقرار رکھا ،تاکہ قاری تحریر پڑھتے ہوئے کہیں اکتاہٹ اور بے زاری محسوس نہ کرے۔ایسی ہی ہنستی مسکراتی اور گنگناتی تحریروں کا خالق محمد اختر ممونکا نے سفر نامہ نگاری کے میدان میں قدم رکھا اور بہت جلد اردو ادب کے اچھے سفر نامہ نگاروں میں شمار ہونے لگا۔محمد اختر ممونکا بہاول نگر کے ایک قصبے کھیتر انوالہ میں ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے اس سلسلے میں وہ اپنی کتاب ''پیرس ۲۰۵ کلومیٹر'' کے فلیپ پہ لکھتے ہیں۔

''میں ۱۴ جون ۱۹۴۴ء کو بہاول نگر کے ایک چھوٹے سے قصبے کھیتر انوالہ میں پیدا ہوا۔ میرے والدین نے میرا نام غلام احمد رکھا، مگر ایک ماہ گزر جانے کے بعد ہمارے پیرومرشد فیض علی شاہ نے میرا نام محمد اختر رکھا''[۱]

سفر نامہ ایک نہایت معروف و مقبول صنف ادب ہے۔ سفر کے دوران یا سفر کے بعد ایک مسافر یا سیاح جب اپنے مشاہدات و تجربات اور جذبات و احساسات کو ایک خاص شکل دیتا ہے تو یہ سفر نامہ کہلاتا ہے انسانی فطرت تنوع کو پسند کرتی ہے اور انسان ایک ہی ماحول ایک ہی موسم اور ایک ہی جگہ پر رہتے رہتے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے اور تھوڑے ہی عرصے بعد اس کی یکسانیت سے تنگ آ جاتا ہے۔ وہ نئے موسموں اور نئی دنیاؤں کی تلاش میں نکلتا ہے ، نئے خطوں اور نئے منظروں میں سفر کے باعث نہ اسے اکتاہٹ اور نہ ہی بیزاری محسوس ہوتی ہے بلکہ اس کی اکتاہٹ اور یکسانیت شگفتگی اور تازگی میں بدل جاتی ہے وہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش محسوس کرنے لگتا ہے سفر خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اس کے اندر ایک نئی تازگی اور لطافت ضرور ہوتی ہے یوں سفر کرنے کی لگن انسان کی فطرت میں شامل ہے ۔ڈاکٹر انور سدید ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''انسان کی سفر پسندی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ فطری طور پر تنوع پسند ہے''[۲]

سفر نامہ فنی طور پر ایک ایسا بیانیہ ہے جو سفر نامہ نگار اپنے سفر کے دوران یا سفر کے بعد اپنے مشاہدات ، کیفیات اور تجربات کو بڑے قرینے سے ایک سانچے میں ڈھال کر دوسرے لوگوں تک پہنچاتا ہے محمد اختر ممونکا اپنے سفر ناموں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے نہ صرف خارجی حالات پر نظر رکھتا ہے بلکہ اپنے اسلوب اور بیانیہ کو خوب صورت اور دلکش بنانے کے لیے چھوٹی چھوٹی جزئیات کو بھی سمیٹتا چلا جاتا ہے وہ اپنے سفر کے دوران جن ملکوں سے گزرتا ہے ان کی طرز بود باش ، رہن سہن ،تہذیب و تمدن ، اخلاقیات ، سیاست ، تاریخ ،جغرافیائی کوائف ، سڑکوں ،نہروں اور رسم رواج کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھتا ہے ۔ اچھے سفر ناموں کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ تخیل کے بجائے حقیقت اور سچے جذبات پر مبنی ہوتے ہیں جمیل زبیری اس سلسلے میں یوں لکھتے ہیں:

''میری رائے میں سفر نامے میں زیادہ ایمجی نیشن نہیں ہونا چاہیے بلکہ تمام واقعات اور حالات سچ پر مبنی ہوں''[۳]

حقیقت نگاری کے اس فن نے محمد اختر ممونکا کے سفر ناموں کو ایک انفرادیت بخشی ہے قاری ان کے سفر ناموں کو پڑھتے ہوئے کہیں بھی بوریت کا شکار نہیں ہوتا بلکہ قاری کی دلچسپی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی چلی جاتی ہے یہی ایک کامیاب سفر نامے کی علامت ہے کہ وہ قاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے محمد اختر ممونکا ایک سادہ اور کھرا آدمی ان آپ کے سفر ناموں کی سب

سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ حقیقت کے قریب ترین ہیں قاری ان کو پڑھ کر یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ خود سفر کر رہا ہے وہ کہیں بھی اجنبیت اور خواب کی دنیا میں نہیں رہتا بلکہ حقیقت میں خود بھی سفر سے لطف اٹھاتا ہے اور قاری کو بھی محظوظ کرتا ہے۔آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان نے اپنے سفر کے احوال کو افسانوی رنگ میں بیان کرنے کے بجائے سیدھے سادھے انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔محمد اختر ممونکا اپنے سفرناموں میں کسی جگہ بھی فلمی ہیرو کا روپ اختیار نہیں کرتا بلکہ حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے ہر بات کو بڑے مدلل انداز میں بیان کرتا ہے اور یہ خوبی بہت کم سفر نامہ نگاروں کے ہاں پائی جاتی ہے ڈاکٹر انور سجاد محمد اختر ممونکا کی حقیقت پسندی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

''نکلے تیری تلاش میں'' اور ''پیرس ۲۰۵ کلومیٹر کے سال تصنیف میں کچھ زیادہ وقفہ نہیں مگر اس کتاب میں یورپی بیبیاں نہ تو ممونکا پر گرتی ہیں اور نہ ہی اس کے کندھے پر سر رکھ کر سوتی ہیں۔میری سمجھ میں نہیں آتا اتنے تھوڑے عرصے میں یورپی بیبیوں میں اتنی بڑی تبدیلی کیونکر رونما ہوئی''[۴]

محمد اختر ممونکا اردو ادب کا ایک ایسا سفر نامہ نگار ہے جو گھر سے صرف ۴۱ ڈالر لے کر نکلتا ہے اور ۱۸ ملکوں (افغانستان، ایران، ترکی، بلغاریہ، رومانیہ، یوگوسلاویہ، البانیہ، سپین، سوئٹزرلینڈ، فرانس، بلغراد، ہسپانیہ ، پرتگال، مناکو، اٹلی، ویٹی کن سٹی، یونان، کوسوو) کی سیر اور ۸۴۷ شخصیات سے ملاقات کرتا ہے۔پھر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جس ملک کی سیر کرتا ہے اور اس سیر کے دوران جو کچھ دیکھتا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دے اور اس کوشش میں وہ بہت حد تک کامیاب دکھائی دیتا ہے وہ ایک مصور کی طرح اپنی تحریر میں وہی رنگ بھرتا ہے جو دیکھنے اور پڑھنے والے کے دل کو لبھاتے ہوں۔اس لیے ان کی تحریریں گنگناتی بھی ہیں اور مسکراتی بھی، وہ قطرے کو دریا اور موتی کو ہیرا بنانے کے تمام ''گُر'' جانتا ہے۔محمد اختر ممونکا کے سفر نامے فنی اور فکری لحاظ سے منفرد بھی ہیں اور بے مثال بھی عطاالحق قاسمی نے اس کو ''فقرے سیاح'' کے نام سے یاد کیا ہے وہ ایک اخبار میں بیان کرتے ہیں۔

''آپ کو سفر نامہ نگاری کی روایت میں کوئی ایسا سفر نامہ نگار نہیں ملے گا جس نے ۴۱ ڈالر میں پچیس ہزار کلو میٹر کا سفر کیا ہو۔۱۸ دیسوں کی سیر اور آٹھ سو سینتالیس اجنبی لوگوں سے ملاقات کی ہو محمد اختر ممونکا کے سفر نامے سب سے مختلف ہیں۔یہ فقرے سیاح کا سفر نامہ ہے جو جیب میں صرف ۴۱ ڈالر ڈال کر نکلتا ہے اور آدھی دنیا گھوم جاتا ہے''[۵]

محمد اختر ممونکا کے اسلوب میں طنز کی تیز دھار اور مزاح کی نرم چاشنی بھی موجود ہے ان کی شوخی میں ایسی بے

باکی اور بے ساختگی ہے جس نے ان کے انداز بیان کو انفرادیت بخشی ہے اس شوخی کے سہارے وہ بڑی سے بڑی بات معصومیت اور سادگی سے کہہ جاتے ہیں سچی بات یہ ہے کہ ان کے اسلوب میں مزاح کا عنصر ہی قاری کو سفر نامے پڑھنے پر مجبور کرتا ہے وہ اپنے سفر ناموں میں مزاح پیدا کرنے کے لیے بے ہودہ الفاظ اور واقعات کو استعمال نہیں کرتے بلکہ وہ شائستگی کا دامن تھامے، شائستہ، موزوں اور مناسب الفاظ سے اپنی تحریر کو مزاح کے رنگ میں رنگتے چلے جاتے ہیں۔ مزاح نگاری ان کے سفر ناموں میں پورے عروج پر نظر آتی ہے۔ محمد اختر ممونکا کے اُسلوب میں شگفتگی اور تازگی مزاح کی حدوں کو مس کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ہر سطر نہیں تو ہر دو چار سطروں کے بعد قاری کا دل گل وگلزار ہو جاتا ہے اور وہ مسکرانے پر مجبور ہو جاتا ہے وہ اپنے سفر نامے ''سفر تین درویشوں کا'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''آدھی رات کا سماں تھا۔ درویش دوم کے خراٹے ہمارے مختصر سے کمرے میں گونج رہے تھے۔ میں مس ''کاتو'' کی بے وفائی کے کرب میں کروٹیں بدل رہا تھا کہ ہمارے دروازے پر دستک ہوئی، میرے خوش فہم ذہن نے لمحہ بھر کے لیے سوچا کہ شاید مس ''کاتو'' ہو گی میں نے لپک کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک سہما سہما سا جاپانی کھڑا تھا اس نے اپنی شکستہ انگریزی اور اشاروں سے بتایا کہ ہمارے کمرے سے اٹھتے ہوئے ہنگامے نے اس کی نیند اچاٹ کر کے رکھ دی ہے۔ درویش دوم کے خراٹے تو صرف کمرے تک ہی محدود تھے۔ البتہ جب وہ اپنے ڈیڑھ فٹ چوڑے پلنگ پر کروٹ بدلتا تو اس کی بھر پور ٹانگ ٹکرانے سے مہین سی دیوار بھی ہل جاتی اور کمرے میں لیٹا پڑوسی بھی''[۶]

منظر نگاری کسی بھی سفر نامے کا لازمی جزو ہے، منظر نگاری کے بغیر سفر نامہ، سفر نامہ نہیں رہتا محمد اختر ممونکا بھی اس فن کو بخوبی جانتا ہے وہ منظر نگاری کرتے ہوئے الفاظ کو اس خوب صورتی سے استعمال کرتا ہے کہ تصویر پر تصویر بنتی چلی جاتی ہے۔ محمد اختر ممونکا نے سفر نامے کو منظر نامے میں تبدیل کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے ان کا اسلوب تاثر سے بھر پور ہوتا ہے وہ جس ماحول میں بھی ہوتے ہیں اس سے بے خبر نہیں ہوتے بلکہ وہ اس کے حسن کو بیان کرنے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے، منظر نگاری کرتے ہوئے پورے ماحول، مقام یا واقعہ کو قاری کے ذہن کی سکرین پر ایک فلم کی طرح پیش کرتے ہیں یوں قاری مصنف کے ساتھ ساتھ اس کے اس سفر میں شامل ہو جاتا ہے اس طرح قاری خود کو ہر مقام، ہر شہر اور ہر واقعہ سے گزرتا ہوا محسوس کرتا ہے یہی ایک اچھے سفر نامہ نگار کی خوبی ہے کہ وہ قاری کی توجہ کو بکھرنے نہیں دیتا بلکہ اپنے ساتھ ساتھ چلاتا ہے۔ منظر کشی میں انہیں وہ کمال حاصل ہے کہ اس کے لفظوں کی باگیسری نکہت بن کر پورے ماحول کو مترنم کر دیتی ہے اس کی منظر کشی میں بادلوں کے سائے بھی ہیں اور چاند کی چاندنی

بھی ،رات کا سناٹا بھی ہے تو دن کا شور بھی ،ٹمٹماتے ستارے بھی ہیں اورچنچل اشارے بھی ، لمبے لمبے درخت بھی ہیں اور اونچی اونچی عمارتیں بھی، فلک بوس پلازے بھی ہیں اور بل کھاتی شاہراہیں بھی ،شور مچاتی گاڑیاں بھی ہیں اور چنگاڑتے جہاز بھی ،خوب صورت دریا بھی ہیں اور نیلے نیلے سمندر بھی ، پھولوں کی کیاریاں بھی ہیں اور گوری گوری ناریاں بھی ،مسکراتے پھول بھی ہیں اور ادھ کھلی کلیاں بھی ، پائل کی جھنکار بھی ہے اور حسیناؤں سے پیار بھی ، گنگناتی وادیاں بھی ہیں اور لہلہاتی فصلیں بھی ،مہکتے گلاب بھی ہیں اورنکھرتے شباب بھی ۔ان تمام رنگینیوں نے محمد اختر مموںکا کی تحریروں میں وہ رنگ بھر دیئے ہیں جو انہیں دوسرے سفر نامہ نگاروں سے ممتاز کرتے ہیں ۔اس سلسلے میں ایک انٹرویو میں ڈاکٹر نواز کاوش یوں کہتے ہیں۔

’’محمد اختر مموںکا کے سفر ناموں میں کمال درجے کی منظر نگاری پائی جاتی ہے جو عام طور پر دوسرے سفر نامہ نگاروں کے ہاں بہت کم پائی جاتی ہے وہ ہر منظر اور واقعہ کو بڑی ژرف نگاہی سے دیکھتے اور بیان کرتے ہیں ۔ان کے اسلوب بیان میں بلا کی رنگینی اور رعنائی پائی جاتی ہے ۔میرے خیال میں محمد اختر منظر نگاری کا شہنشاہ ہے۔[۷]

محمد اختر مموںکا کے سفر ناموں کو اگر ہم زبان و بیان کے حوالے سے دیکھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اردو کا لچک دار تصور رکھتے ہیں جس میں سلاست کے ساتھ ساتھ اپنائیت کا بھی گہرا رنگ موجود ہے یہ اس لیے کہ انہوں نے اپنے جملوں میں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اس طرح سمویا ہے کہ وہ لفظ پرائے محسوس نہیں ہوتے بلکہ اردو زبان کے الفاظ بن جاتے ہیں جس سے جملوں کو روانی اور تسلسل کے ساتھ ساتھ انوکھا پن بھی ملا ہے ۔وہ کرنل محمد خان کی طرز پر اپنی تحریر کو دلچسپ بنانے کے لیے پنجابی لفظوں اور جملوں کا استعمال کرتا ہے ان کے سفر ناموں میں بہت سی جگہ پر آپ کو پنجابی الفاظ اور جملے ملیں گے مگر کہیں پر بھی ان کا استعمال آپ کو بے جا اور فضول نظر نہیں آئے گا وہ اس انداز سے اپنی تحریر میں دوسری زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے تحریر میں شوخی کے ساتھ ساتھ تازگی بھی پیدا ہو جاتی ہے ۔محمد اختر مموںکا نے خاص طور پر پنجابی کے الفاظ کو بڑی فنکارانہ چابکدستی سے اردو جملوں میں شامل کیا ہے ۔یہ ان کی مہارت اور ہنر ہے کہ جملے کی بناوٹ میں کسی قسم کا کوئی سقم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی سلاست متاثر ہوتی ہے ۔وہ ’’پیرس ۲۰۵ کلومیٹر‘‘ میں ایک جگہ پنجابی لفظ کا استعمال اس طرح کرتے ہیں۔

’’روم کی سرحدیں پار کرتے کرتے ’’شکر دوپہر‘‘ ہوگئی تھی پنجاب میں تو ’’مٹیاریں‘‘ شکر دوپہر کو ککری دے تھلے اپنی ونگیں کھڑکا کر اپنے محبوب کا انتظار کرتی ہیں ۔مگر میں شاہراہ آریلیو پر سائپرس کے سائے

تلے، ہاتھ میں اپنی منزل کا کتبہ تھامے، گاڑیوں کا انتظار کر رہا تھا''[۸]

محمد اختر مموُنکا اپنے سفر ناموں میں جگہ جگہ لفظی تراکیب، تشبیہات اور استعارات سے کام لیتا ہے مسجع اور مقفع جملے لکھنے میں ان کو بڑی مہارت حاصل ہے اس طرح ان کے سفر ناموں میں زبان کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ برجستگی بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مصنف کو زبان پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ وہ تشبیہات اور استعارات کے موتیوں کو جملوں کی لڑی میں اس طرح پروتا ہے کہ ایک جگمگاتا ہوا شوخ نثری ہار ہماری نظروں کے سامنے آ گیا ہے جس کی چمک تا دیر ہماری آنکھوں کو خیرہ کیے رکھتی ہے اور ہمارا ذہن اس تاثر کو کبھی بھول نہیں پاتا۔اس وجہ سے ان کی تحریریں جاندار اور پر تاثیر بن گئی ہیں۔ محمد اختر مموُنکا کی نادر تشبیہات ان کے اسلوب کو نکھارتی اور دلکشی پیدا کرتی ہیں ان کی تمام تر تراکیب منفرد اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اس وجہ سے ان کی تحریر پر اثر اور دلکش بن جاتی ہے جو قاری کے دل کو موہ لیتی ہے۔ ایک جگہ وہ اپنے سفر نامے میں یوں لکھتے ہیں۔

''درویش اول کمرے میں اس طرح گھوم رہا تھا جیسے پنجرے میں ڈارون کی تھیوری والا اور انسان سے مشابہت رکھنے والا جانور آسمان پر گھٹائیں بپھری ہوئی تھیں اور وہ اس طرح بے دردی سے برس رہی تھیں جس طرح کوئی چہیتی بیوی خاوند پر برس رہی ہو۔ جوں جوں بارش بڑھتی گئی توں توں ہماری ناامیدی اور بھوک بھی بڑھتی گئی۔ جہاں تک بھوک کا تعلق ہے اس سے میرا بہت قریبی رابطہ ہے۔''[۹]

تشبیہہ اور استعارہ کے ساتھ ساتھ محمد اختر مموُنکا نے تکرار لفظی کے ذریعے اپنے جملوں کو شاعرانہ آہنگ دیا ہے تکرار لفظی کے مختلف روپ اور ڈھنگ ہمیں ان کے سفر ناموں میں نظر آتے ہیں۔ محمد اختر مموُنکا نے کئی مقامات پر تکرار لفظی، ردیف اور قافیہ کو اس خوب صورتی سے اپنے جملوں میں استعمال کیا ہے کہ عبارت کی زمین دھنک رنگ پھولوں سے سج جاتی ہے اور جس کی خوشبو ایک عرصے تک ذہن کو معطر رکھتی ہے۔ محمد اختر مموُنکا نے نثر میں شاعری کا جادو جگایا ہے، تکرار لفظی کے مختلف روپ اور ڈھنگ ہمیں ان کے سفر ناموں میں نظر آتے ہیں۔ کہیں ردیف اور قافیہ بندی کی شکل میں اور کہیں الفاظ کے بندھن کی صورت میں، یوں ان کی تحریر مترنم ہو جاتی ہے اور قاری نثر پڑھتے ہوئے شاعری کا مزہ لیتا ہے۔ محمد اختر مموُنکا تکرار لفظی کے ساتھ ساتھ اپنی تحریر میں مزاح بھی پیدا کرتا ہے۔ ایک بڑے ادیب کی طرح ان کے نثری اسلوب میں نہایت دلکشی پائی جاتی ہے اور یہ خوبی ان کے سفر ناموں میں آپ کو بے شمار دفعہ ملے گی۔ ایک جگہ پر دیکھیں:

ایک اور جگہ پر محمد اختر مموُنکا نے تکرار لفظی کا جادو یو جگایا ہے۔

''دوسری شاہراہ پر میرا سفر جاری تھا۔ جہاں سے شہر اور ساحل ، ساحل اور سمندر ،سمندر اور کشتیاں ،کشتیاں اور باد بان ،باد بان اور ہوا، ہوا اور بادل ،بادل اور بجلی بجلی اور بارش اور میں بارش سے بچنے کے لیے زیتون کے گھنے درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا''۱۰

تاریخ محمد اختر ممونکا کا پسندیدہ موضوع ہے۔ وہ جس ملک میں جاتے ہیں اس ملک کی تاریخ کو زیر بحث ضرور لاتے ہیں ان کے سفر ناموں میں جو بات قدرے مشترک ہے وہ تاریخی معلومات ہیں۔ وہ اپنے سفر ناموں میں تاریخی ،جغرافیائی،تہذیبی ،ثقافتی،علمی اور ادبی زندگی کو موضوع بناتا ہے۔ محمد اختر ممونکا اپنے سفر ناموں میں تاریخی حوالوں کا مناسب استعمال کرتا ہے ،وہ تاریخی حوالوں کا جا بجا استعمال کر کے اپنے سفر ناموں کو تاریخ کی نذر نہیں کرتا بلکہ ضرورت کے مطابق تاریخی حوالے دیتا ہے۔ محمد اختر ممونکا کے سفر ناموں کے متعلق ڈاکٹر عبدالخالق تنویر کہتے ہیں:

''محمد اختر ممونکا کے سفر ناموں میں قدیم ،جدید ،تاریخ ،جغرافیہ اور تہذیب و ثقافت کی بھینی بھینی خوشبو رچی ہے وہ اپنے سفر ناموں میں کسی ملک کی تاریخ کو بڑی دلچسپی اور پوری دیانتداری سے بیان کرتا ہے یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے''۱۱

محمد اختر ممونکا کے رویوں میں انتہا درجے کی نرمی ، یکسانیت اور گھلاوٹ ہے وہ ایسے ایسے نئے موضوعات اپنے سفر ناموں میں شامل کرتا ہے جو عام طور پر دوسرے سفر نامہ نگاروں کے ہاں بہت کم دکھائی دیتے ہیں ان کی تحریر میں جدت اور اچھوتے پن کی وجہ سے بڑے بڑے ادیبوں نے ان کو ادب کے میدان میں خوش آمدید کہا ہے اور ادب کے میدان میں ان کی آمد کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ محمد اختر ممونکا کی تحریروں میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ مزاح بھی ملتا ہے آپ کے سفر ناموں میں قاری کہیں بھی بوریت محسوس نہیں کرتا ان تمام خصوصیات کی بنا پر محمد اختر ممونکا کے سفر ناموں کو اردو ادب کے اچھے سفر ناموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ وہ سفر نامے کی تاریخ میں ایک قد آور سفر نامہ نگار کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں انہیں ایک کامیاب سفر نامہ نگار کے ساتھ ساتھ اردو سفر نامے کی تاریخ میں معروف ترین سفر نامہ نگاروں کی صف میں بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد اختر ممونکا،پیرس ۲۰۵ کلو میٹر ،سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور۲۰۰۳ءفلیپ

۲۔ انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب میں سفر نامہ،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ،لاہور،۱۹۸۷ءص ۴۸

۳۔ جمیل زبیری،دھوپ کنارہ، بیلا پبلی کیشنز،کراچی ۱۹۸۱ءفلیپ

۴۔ انور سجاد، ڈاکٹر، روز نامہ جنگ، کراچی، ادبی صفحہ۱۹۸۲۔۱۲۔۱۷

۵۔ عطاالحق قاسمی، روز نامہ جنگ، لاہور، ادبی صفحہ۱۹۸۲۔۱۲۔۱۳

۶۔ محمد اختر ممونکا، سفر تین درویشوں کا، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء ص ۱۹۷

۷۔ انٹرویو راقم، از ڈاکٹر نواز کاوش، بمقام قیام گاہ (بہاول پور)، تاریخ، ۲۰۱۶۔۹۔۲۵

۸۔ محمد اختر ممونکا، پیرس ۲۰۵ کلومیٹر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء ص ۳۲۷

۹۔ محمد اختر ممونکا، سفر تین درویشوں کا، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء ص ۴۸

۱۰۔ محمد اختر ممونکا، پیرس ۲۰۵ کلومیٹر، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء ص ۴۳۰

۱۱۔ انٹرویو راقم، از ڈاکٹر عبدالخالق تنویر، بمقام قیام گاہ (ہارون آباد)، تاریخ، ۲۰۱۶۔۱۰۔۲